https://telegram.me/ilmokitab

# ڈاکٹر صاحب

○

باہر کے لوگ تو نسبتاً کم واقف تھے لیکن لکھنؤ کے مسلمانوں کو تو یقیناً یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ ڈاکٹر حکیم مولانا سید عبدالعلی ——— آہ کہ پہلی دفعہ انھیں مرحوم لکھنا پڑ رہا ہے کی کیا شخصیت تھی!

ناظم ندوہ تھے اور علم و فضل اور فن طبابت کی طرح کہنا چاہیے کہ یہ نظامت ندوہ بھی موروثی ہی تھی۔ مرحوم کے والد ماجد مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب (صاحب نزہۃ الخواطر طبیب العائلہ و تذکرہ گل رعنا وغیرہ) ایک فاضل اجل اور سخن سنج بے بدل اور طبیب حاذق ہونے کے ساتھ ناظم ندوہ بھی مدت تک رہے۔ ڈاکٹر عبدالعلی صاحب (ہم بے تکلف نیازمندوں کی زبان پر صرف "ڈاکٹر صاحب") نے فن طب اور علوم دین کی تکمیل کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی سے بی۔ ایس۔ سی۔ کر لیا۔ (اور باٹنی یا نباتیات کے مضمون میں غالباً امتیازی نمبر حاصل کیے) اور پھر لکھنؤ میڈیکل کالج سے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ کی ڈگری بھی حاصل کر لی اور ہومیوپیتھ طریق علاج میں بھی دستگاہ حاصل کر لی اور مریضوں کی خدمت کو اپنا شعار بنا لیا۔ اللہ نے ہاتھ میں شفا ایسی رکھ دی تھی کہ بس باید و شاید۔ اپنا ذاتی تجربہ ایک آدھ بار کا نہیں بارہا کا ہے کہ بڑی سے بڑی تکلیف کے وقت ادھر ڈاکٹر صاحب کو دکھایا اور ادھر بیماری رخصت کبھی کبھی دوا کی ایک ہی خوراک سے!

---

صدق جدید ۱۹ مئی سنہ ۶۱ء

بے نفس، نہایت درجہ خاموش، متین، مسکین، ذی مروت، قانع، متواضع، بے آزار اور خلوت پسند تھے کم گوئی اور کم سخنی کا اثر پیشہ پر بھی پڑا جب کہ مقابلہ میں بہتوں کے ہاں طراری اور خوش بیانی خاص جوہر تھے لیکن اس اللہ کے بندے نے اپنی وضع میں ذرا فرق نہ آنے دیا۔ ندوہ سے فارغ ہونے کے بعد حدیث کی تکمیل دیوبند جا کر کی تھی اور شروع میں خود بھی کچھ دن حدیث کا درس دیتے رہے باقی عبادت الٰہی تو مستقل جزو زندگی تھی لمبی گھنی داڑھی دیکھ کر جو تابناک چہرے کے ساتھ اب خود بھی بالکل سفید ہو گئی تھی کسی کو گمان بھی نہ گزرتا کہ یہ انگریزی جانتے ہیں، چہ جائیکہ اتنی ڈگریاں پائے ہوئے۔!

سادگی میں اپنی نظیر آپ تھے اور حلم تو اس درجہ تھا کہ شاید آپ نے کسی ملازم پر بھی کبھی آواز نہ بلند کی ہو۔

مسلک اتباع حدیث تھا لیکن حنفیوں سے شیر و شکر اور ایک حنفی ہی شیخ طریقت (مولانا حسین احمد مدنی) کے مرشد۔ سیاسیات سے بے تعلق تھے لیکن محض شیخ کے اتباع میں ووٹ جا کر بلیٹنگ کے بکس میں ڈال آئے ـــــ مطب کی مصروفیت سے جتنا بھی وقت بچتا ندوہ کی خدمت میں صرف کرتے۔ عبادت الٰہی اور خدمت خلق بس یہی دو مشغلے رہ گئے تھے۔ اور یہی مشغلے ہر سیر و تفریح کے قائم مقام۔

اخلاص ہر ایک کے ساتھ اور پرانے نیازمندوں کے حق میں تو بھائی ہی کی طرح رفیق و شفیق۔ ادھر ایک عرصۂ دراز سے صحت بہت خراب ہو گئی تھی (بلڈ پریشر (فشار الدم) وغیرہ کے دورے بار بار پڑنے لگے تھے غذا پہلے ہی بہت سادہ تھی اور اب تو پرہیز کی رعایت سے گویا برائے نام ہو کر رہ گئی تھی مطب کا کام کئی مہینے سے چھوٹ گیا تھا۔ جب تک علاج کرتے رہے ہیں تو ہر طرف سے سلسلۂ نیاز توڑے ہوئے ایک ایسا کا دامن پکڑے ہوئے تھا۔ لکھنؤ میں متعدد ممتاز طبیب ڈاکٹر اور ہومیوپیتھ میرے مخلص

میں ہیں۔ بعض تو عزیز قریب ہی ہیں لیکن ان کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کی ضرورت نہ تھی علاج کے وقت اسمِ الشافی کے خاص مظہر۔

ایک آدھ دورہ ادھر سخت قسم کا پڑا تھا۔ ۷ مئی (یکشنبہ) کی دوپہر کو چاق و بشاش اپنے معالج ڈاکٹر سے ہاتھ ملاتے ملاتے آناً فاناً اپنے مولا کے حضور حاضر ہوگئے ——— میری قسمت میں شاید دوستوں، رفیقوں، مخلصوں کا ماتم ہی کرنا ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن ندوی نگرامی کو تو اب خیر اب ایک قرن گزر چکا۔ باقی علامہ سید سلیمان ندوی اور علامہ مناظر احسن گیلانی دونوں دیکھتے دیکھتے داغ مفارقت دے گئے اور اب تازہ داغ ان ڈاکٹر صاحب کا کھانا پڑا ہے ——— مرگ مومن کی حقیقت کوئی کیا اور کن لفظوں میں بیان کرے لیکن بہر حال جذبات و تعلقات کا پاس بھی اس عالم آب و گل میں لازمی ہے۔ ملت کے مشہور خادم و مخدوم مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نائب ناظم ندوہ العلماء مرحوم کے بھائی ہیں۔ سن میں ان سے بہت چھوٹے اور دوسری والدہ سے۔ سید احمد شہید رائے بریلوی کے خاندان کے نام لیوا۔ اللہ مغفرت بال بال اور جنت کروٹ کروٹ نصیب فرمائے۔